پردۂ نسار

داڑھی اور مانگ

کی فلاسفی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر۔ ۱۹۰۰۰۱

Scanned with OKEN Scanner

Mukhtar Ahmed Khan
Batyaar Ali Kadal

رسالہ

پردۂ نساء

❁

داڑھی اور مانگ

فلاسفی

مصنفہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری تغمدہ اللہ فی رحمتہ

شائع کردہ

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

جمعیۃ منزل، بربر شاہ، سرینگر ۱۹۰۰۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پردۂ نساء داڑھی اور مانگ کی فلاسفی

آج کل نو تعلیم یافتہ اور پرانی وضع کے مسلمانوں میں ان تینوں امور پر بڑی توجہ سے بحث ہو رہی ہے اس لئے ہم بھی اپنے ناقص علم کے مطابق مافی الضمیر ظاہر کرتے ہیں۔

تعلیم یافتہ جماعت اور ان سے سُن سنا کر دوسرے لوگ بھی علماء اسلام سے اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے تعلیم اسلام کو فلسفۂ قدرت کے ساتھ مطابق دکھلایئے جو مسئلہ فلسفۂ قدرت سے مطابقت نہ رکھے زمانہ کی ہوا پہچان کر ایسے مسائل کو بیان نہ کیجئے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ تعلیم یافتہ جماعت کی طرف سے ایسا تقاضہ درحقیقت ان کی اسلامی ہمدردی کا ثبوت ہے۔ یہی ان کی ایمانی ہمدردی ہمارے اس مضمون کے لکھنے کا باعث ہوئی ہے اور اس وجہ سے ہم نے یہ مضمون محض محبت و اخلاص مندی سے لکھا ہے امید ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے بھی محض اسلامی ہمدردی سے پڑھ اور سُن کر صحیح کو قبول کریں گے اور غلط پر اطلاع دیں گے۔

ہمارے خیال میں تو اسلام کا حکم فلسفۂ قدرت پر مبنی ہے آج جن تین امور کا ذکر کرنے کو ہیں یہ اس لئے مخصوص کئے ہیں کہ آج کل ان پر خاص توجہ ہو رہی ہے۔ چند روز پہلے داڑھی منڈانے کا رواج تھا۔ پھر مانگ ٹیڑھی نکالنی شروع ہوئی اب ترکوں نے اور امیر کابل نے عملی طور پر پردہ نسوان اٹھا دیا ہے تو یہ مسئلہ بھی زیر بحث آگیا۔ لہٰذا ہم اپنے ناقص علم کے مطابق ان تینوں امور پر اپنا خیال پیش کرتے ہیں۔

پردہ کے مسئلہ سے پہلے اس امر پر غور کرنا مقدم ہے کہ عورت مرد میں نسبت کیا ہے؟

فلسفۂ قدرت اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ہر دو چیزوں میں ایک نسبت ہوتی ہے یا تو وہ اس کا مستعمل (استعمال کنندہ) ہے یا وہ مستعمل (قابل استعمال) ہے انسان اور حیوانات میں تو یہ نسبت واضح ہے کہ حیوانات مستعمل ہیں اور انسان مستعمل ہے۔ بیل گھوڑا گائے بھینس۔

ہاتھی اونٹ وغیرہ کل حیوانات انسان کے لئے مستعمل ہیں اور انسان سب حیوانات کو استعمال کرنے والا۔ اسی طرح فلسفۂ قدرت کے ماتحت غور کریں کہ انسان کی دو صنفوں (مرد اور عورت) میں یہ نسبت ہے یا نہیں؟ کچھ شک نہیں کہ بعد غور یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرد مستعمل ہے اور عورت مستعمل۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

(۱) نکاح کی غرض ملاپ اور فریقین کی قضائے حاجت ہے اور اس غرض میں مرد مستعمل ہے اور عورت مستعمل۔ کیونکہ جب تک مرد ملاپ کرنا نہ چاہے عورت اس سے جبراً نہیں کرا سکتی۔ ہاں مرد جبر کر سکتا ہے۔

(۲) آلۂ فعل مرد کو عطا ہوا ہے تو پھر مرد کے مستعمل ہونے میں کیا کلام۔

(۳) بوقت بلوغ مرد کے چہرہ پر بالوں کا پیدا ہونا اور عورت کا چہرہ صاف رہنا اس بات کی شہادت ہے کہ عورت محبوبہ اور مطلوبہ ہے اور مرد محب اور طالب۔

(۴) اولاد کے لئے ماں کا پیٹ مثل زمین مزروعہ کے ہے جس میں اولاد پیدا ہوتی ہے حالانکہ بیج یقیناً مرد کا ہوتا ہے۔

(۵) مرد عورت کی نسبت عموماً تنومند طاقتور ہوتا ہے یہاں تک کہ طاقت کے سب کام مثل جنگ۔ جہاد وغیرہ مرد کرتا ہے اور اس سے بھی ذمہ داری اور افسری ثابت ہوتی ہے۔

(۶) صرف عورت کو ہر ماہ میں خون کا جاری ہونا جس سے اس کا رحم اور جسم پاک ہو کر نسل کے قابل ہوتا ہے عورت کے مستعمل ہونے کا ثبوت ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی وجوہ عرفی اور مذہبی ہیں مگر ہم نے چونکہ قدرتی فلسفہ بیان کرنے کا التزام کیا ہے اس لئے ہم وہ وجوہات پیش نہیں کرتے جو لوگ قدرتی فلسفہ پر صداقت کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے لئے مقام غور ہے کہ مذکورہ وجوہات کا نتیجہ یہ ہے یا نہیں کہ مرد عورت میں مساوات نہیں۔ بلکہ مرد مستعمل ہے اور عورت مستعمل۔ جس کا صاف نتیجہ ہے کہ مرد محافظ اور عورت محفوظ چونکہ عورت قدرتی اور طبعی طور پر مرد کے لئے ایک جاذبہ چیز ہے اس لئے شریعت اسلام نے اس کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ پردہ بھی کتنا؟ صرف اتنا کہ:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (پ ۲۲ ع ۵)

اے نبیؐ اپنی بیویوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہہ دے کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ نکالا کریں۔

صرف اس قدر کہ چہرہ جو باعث کشش اور مرد کے لئے جاذب ہے نظر نہ آئے۔ اتنی پابندی سے خاوند کے ساتھ بازار میں تفریح کے لئے پھرنا منع نہیں اس کے علاوہ جو ہے وہ کرنے والوں کا ذاتی فعل ہے اس کی ذمہ دار شریعت نہیں۔

اس فلسفۂ قدرت کے اصول کو قرآن مجید نے یہاں تک نباہا ہے کہ باوجودیکہ پیغمبر اسلام کی بیویوں کو امتیوں کی مائیں فرمایا۔ غور سے پڑھو اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (پ ۲۱ ع ۱۰) (پیغمبر اسلام کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) تاہم حکم ہوتا ہے:۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (پ ۲۲ ع ۴) یعنی مسلمانو! جب تم ازواج النبی علیہ السلام سے کوئی چیز مانگو تو پس پردہ مانگو (سامنے آکر نہیں) کیوں؟ اس لئے کہ فلسفۂ قدرت مانع ہے اور فتنہ کا خطرہ ہے۔

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى

قرآن مجید میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (پ ۲۲ ع ۱۲) اے نبیؐ تم اپنے مخالفوں کو کہہ دو کہ ایک ایک دو دو مل کر میرے معاملہ پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مجھے کوئی جنون نہیں۔

ٹھیک اسی طرح ہم اپنے مخاطبین مخالفین پردہ کو کہتے ہیں کہ جب تم کسی جمیلہ کو برہنہ رو دیکھتے ہو تو اپنے ضمیر کی شہادت سے بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا کیا خیالات آتے ہیں کیا تم بزبان حال بلکہ گا ہے بزبان قال یہ نہیں کہا کرتے ؎

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو ۔۔۔ یار ہو سامنے دیکھے نہ ادھر دیکھیں تو

کیا تمہارے نزدیک یہ قدرتی اصول نہیں ہے جس کا نیچرل شاعر نے اظہار کیا ہے ؎

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں ۔۔۔ جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

اللہ اللہ! اسلام اصول فطرت کو کہاں تک ملحوظ رکھتا ہے پیغمبر اسلام کی بیویوں امت کی ماؤں کو حکم ہوتا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (پ ۲۲ ع ۱) اے نبیؐ کی بیویو تم درجہ میں معمولی نہیں ہو اگر تم تقویٰ شعار ہو تو کسی اجنبی آدمی سے پس پردہ

بھی نرم نرم نہ بولا کرو۔ ورنہ جس کے دل میں بدکاری کا مرض ہوگا وہ تمہاری طرف میلان کرے گا۔ جس کے بعد بُرے نتیجہ کا امکان ہے۔ اس ہدایت میں خطاب تو ازواج مطہرات کو ہے مگر دراصل حکم سب مسلمان عورتوں کو ہے۔

مختصر یہ کہ قدرتی فلسفہ ہم کو بتاتا ہے کہ عورت مرد کے مساوی نہیں بلکہ اس کی ایک ضرورت کی چیز ہے جس کی حفاظت مرد کے ذمہ ہے اور حفاظت کے طریقوں میں جس طرح اس کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے اس کی اخلاقی حفاظت بھی اس کے ذمہ ہے خاص کر اس امر میں جس کی بابت یہ خطرہ ہو کہ اس غرض میں مخل ہوگا جو مرد عورت کے ملاپ سے مقصود ہے۔

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

داڑھی

اسلام نے جو مردوں کو داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے یہ بھی فلسفہ قدرت پر مبنی ہے۔

یہ بات بالکل صاف اور سب کے لئے مسلم ہے کہ انسانی عمر کا پہلا حصہ یعنی قبل بلوغ کا حصہ ایسا ہے کہ لڑکی لڑکا نہ قوم کے ممبر ہوتے ہیں نہ اس حالت میں لڑکی لڑکے کا وجود بطور افراد قوم شمار ہوتا ہے بلوغت کے بعد مرد کے چہرہ پر بال پیدا ہوتے ہیں لڑکی کے پستان اُبھرتے ہیں اس وقت یہ قوم میں بحیثیت ایک فرد کے شمار کرتے ہو۔

انسانی عمر کے تین حصے ہیں اس حیثیت سے انسانی عمر کو اگر سہ منزلہ مکان سے تشبیہ دیں تو کہہ سکتے ہیں کہ انسانی عمر کی پہلی منزل کی انتہا اس کی بلوغت ہے دوسری منزل کی انتہا اس کے بالوں میں سفیدی کا آغاز ہے۔ تیسری منزل اس کی سفیدی میں گزرتی ہے۔ ان تین منزلوں میں مرد عورت برابر ہیں فرق صرف ایک بات میں ہے کہ مرد کا زمانہ نابالغی ختم ہوتے پر اس کے چہرہ پر سیاہ بالوں کی لکیریں پیدا ہو جاتی ہیں جس کو داڑھی کہتے ہیں اور عورت اس سے خالی رہتی ہے۔

ہم نے انسانی عمر کو سہ منزلہ مکان سے تشبیہ دی ہے اس لئے اس داڑھی کی تشبیہ پہلی

منزل کی کانس سے ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمارتی اصول سے پہلی اور دوسری منزل میں فصل دکھانے کو معمار لوگ تھوڑی سی اینٹیں باہر نکال دیتے ہیں جس کو کانس کہتے ہیں یہ نشان ہوتا ہے کہ پہلی منزل ختم ہو کر دوسری منزل شروع ہو گئی قدرت انسانی عمر کی پہلی منزل ختم ہونے پر مرد میں داڑھی سے اور عورت میں پستانوں سے تمیز پیدا کرتی ہے چونکہ یہ ایک قدرتی فعل بغرض تمیز بین المتریلین ہے اس لئے اس کا نابود کرنا قدرتی فلسفہ کے خلاف ہے اور اس کو امتیازی صورت میں موجود رکھنا فلسفہ قدرت کے عین مطابق ہے۔

بعض لوگ اس موقعہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس اصول سے تو سکھوں کا فعل صحیح ہوگا جو داڑھی مونچھ کو بالکل نہیں کٹاتے یہاں تک کہ منہ بھر جاتا ہے مشرع مسلمان لبیں کٹاتے ہیں اور داڑھی بھی درست کر لیتے ہیں تو یہ فعل ان کا بھی خلاف منشاء قدرت ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کا فعل اصلاح ہے افنا نہیں اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ خربوزہ کو کھانے کے لئے چیر کر بیج اور چھلکے الگ کر کے کھاتے ہیں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو خربوزہ وغیرہ کو اسی شکل میں کھا جائے جس شکل میں وہ پیدا شدہ ہے سکھوں کے فعل اور مسلمانوں کے فعل میں یہی فرق ہے کہ گویا سکھ خربوزہ کو اصلی حالت میں کھا جاتے ہیں اور مسلمان صاف ستھرا کر کے کھاتے ہیں۔

بالکل واضح بات ہے کہ مسلمانوں کی مشرع شکل دیکھ کر کسی نادان سے نادان کو بھی یہ شبہ نہیں ہوتا نہ نزدیک سے نہ دور سے کہ یہ شخص ابھی سادہ رو ہونے کی پہلی منزل میں ہے برخلاف اس کے جو نوجوان داڑھی اور مونچھ کا صفایا کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے نزدیک سے نہیں تو دور سے ضرور ان کی بابت یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ ابھی نوعمر ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے گویا مکان کی کانس کو گرا کر دونوں منزلوں کو ایک دکھاتے ہیں۔

ایک سوال یہاں یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد اگر داڑھی منڈا کر مونچھیں رکھ لے تو اس کی کانس بھی بحال رہے اور چہرہ کی صفائی بھی ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اس صورت میں مرد معلوم ہوگا۔ مگر قدرت کے منشاء کے خلاف ہے کیونکہ قدرت نے مونچھ کے ساتھ داڑھی بھی اسی غرض سے پیدا کی ہے اگر صرف مونچھ

کافی ہوتی تو داڑھی نہ ہوتی اگر داڑھی کافی ہوتی تو مونچھ نہ ہوتی۔ ہمیں تو یہ دکھانا منظور ہے کہ داڑھی مونچھ چونکہ دونوں کو خدا نے نشان بلوغت بنایا ہے اس لئے دونوں کا موجود ہونا فلسفہ قدرت کے موافق ہے۔ ہاں دونوں کو بطور نشان رکھ کر صفائی کرنا منع نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر قدرت کی ہر چیز کو بحال رکھنا ضروری ہے تو ناخن کیوں کٹواتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ناخن عمر کے مراتب میں یا مرد و عورت میں حد فاصل نہیں وہ تو جسم کی خارش کھجلانے کی خدمت کے لئے ہیں۔ جو خدمت قدرت نے ان کے سپرد کر رکھی ہے وہ اسی صورت میں ہوتی ہے کہ ان کو زیادہ لمبا نہ ہونے دیا جائے۔ لمبا ہونے سے وہ اس خدمت کو ادا نہیں کر سکیں گے

مانگ

سر کے بالوں کو تقسیم کرنے کے لئے ایک خط کھینچا جاتا ہے جسے مانگ کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ خط کھینچنا سنت ہے۔ مگر سر کے درمیان ہیں۔ اس کا فلسفہ قدرت یہ ہے کہ انسانی جسم کی تفصیل بتا رہی ہے کہ سب سے پہلے انسانی جسم کو دو ٹانگوں نے دو حصے کر رکھا ہے ان سے تھوڑی دور پر تقسیم کی برجی ناف ہے جو درمیان میں ہے۔ اس کے بعد عورت مرد دونوں کے پستانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اوپر نظر ڈالیے تو گلے میں ایک گھنڈی (ٹیٹوا) نظر آئے گی جو برابر درمیان میں ہے۔ اس سے اوپر چلئے تو چہرہ کو برابر تقسیم کرنے والی چیز ناک نظر آئے گی جو چہرہ کے بالکل درمیان ہے۔ ناک سے اوپر ماتھے کا میدان تھوڑا سا صاف نظر آتا ہے اس کے اوپر بالوں کا گھنا جنگل ہے۔ اب معاملہ زیر غور یہ ہے کہ اس گھنے جنگل کو کس طرح تقسیم کریں۔ نیچے کی سڑک راہنمائی کرتی ہے کہ بالوں کی تقسیم کرنے کو جو مانگ نکالی جائے وہ اسی خط مستقیم پر ہو جو نیچے سے اوپر تک آیا ہے یعنی بالوں کی مانگ عین ناک کی سیدھ پر سر کے بیچ میں ہو۔

اس کے علاوہ بالوں کا رُخ دیکھا جائے تو وہ بھی یہی راہنمائی کرتا کہ مانگ درمیان سر کے ہو جو اسلامی طریق ہے۔ ہر آدمی دوسرے کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے کہ درمیان میں بالوں کو تقسیم

کرنے سے بال اپنی رفتار نمو میں ٹیڑھے نہیں ہوتے برخلاف دائیں بائیں جانب سر کے مانگ نکالنے سے بالوں کو ان کی قدرتی رفتار میں بانٹنا پڑتا ہے۔ اسی لئے کسی نیچرل شاعر نے خوب کہا ہے جو معشوق کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

تمہارے دونوں کاکل لڑ رہے تھے دل کے لینے پر
تمہاری مانگ نے جھگڑا چکایا درمیاں ہو کر

اس قدرتی فلسفہ کے علاوہ نظر غور سے دیکھیں تو درمیانی سیدھی مانگ میں جو خوبصورتی پیدا ہوتی ہے وہ ٹیڑھی مانگ میں نہیں کیونکہ وہ چہرہ کے سامنے نہیں ہوتی اور نہ بالوں کو باقاعدہ تقسیم کرتی ہے ٭

نوٹ

ہمارا مقصود صرف اتنا ہے کہ اسلام جو حکم دیتا ہے خواہ وہ از قسم عبادت ہو یا از قسم اخلاق یا از قسم تمدن یا از قسم وضع وہ حکم ضرور فلسفۂ قدرت پر مبنی ہوتا ہے۔ چونکہ آج کل کے نوتعلیم یافتہ لوگ ان تینوں امور میں ایک غلط راہ پر جا رہے ہیں یا جانے کا تہیہ کر چکے ہیں اس لئے از راہِ ہمدردی ان کو بتا دیا گیا ہے کہ فلسفۂ قدرت کی راہنمائی میں کام کریں خلاف نہ کریں اسلام ان کو بڑے زور سے چیلنج دیتا ہے کہ ؎

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغِ رخِ زیبا لے کر

ملنے کا پتہ :-

مکتبہ مسلم، بربرشاہ، سرینگر ۱۹۰۰۰۱

ہم وہی اسلام چاہتے ہیں جس کا عملی نمونہ رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پیش کیا ہے۔

جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر

★★

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رح سے معلوم کیا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں ؟

امام ابوحنیفہ رح نے جواب دیا :

" ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے ذریعہ تو ہمیں عزت بخشی ہے اور ان ہی کے باعث عذاب جہنّم سے بچایا ہے۔"

(الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۴۰، ۱۴۱)